جب صبحیں روشن ہوئے
ناول
قانتہ رابعہ
PDFBOOKSFREE.PK

جب صبحیں روشن ہوئیں

از

قانتہ رابعہ

urdunovels.net

ناول کا آغاز

فی زمانہ ہر شخص افراتفری کا شکار ہے۔آگے بڑھنے کی دوڑ میں اسے کسی کی طرف مڑ کر دیکھنے کی فرصت نہیں ہے۔اگر آپ کسی سے اس کی صورتحال دریافت کریں اور جواب ملے کہ وہ خوشحال ہے تو لامحالہ خوشحالی سے مراد صرف مادی حساب سے خوشحالی ہوگا۔۔۔۔وگرنہ بیس لاکھ کی گاڑی میں بیٹھ کر، پانچ لاکھ کی گھڑی اور دس ہزار کا لباس زیب تن کر کے بھی اس کا اندر بدحال ہی ہوتا ہے۔اسے اپنی مرضی سے ایک لقمہ بھی کھانا مشکل ہے۔

کیا میں نے غلط کہا؟ بلڈ پریشر نے نمک، گھی انڈہ، چھڑوا دیا، کولیسٹرول نے گوشت، چکنائی کا بائیکاٹ کروادیا تو شوگر نے میٹھے اور میٹھے سے بنی ہر چیز کو شجر ممنوعہ قرار دے دیا، کسی روگ نے مرچوں سے پرہیز کرادیا تو کسی نے ہر سبزی اور ٹماٹر تک کا درشن نہ کرنے دیا۔۔۔کسی بیماری نے چاول چھڑوا تو کسی نے روٹی۔رہی سہی کسر اس کے بیرونی حالات پوری کر دیتے ہیں۔موبائل، کیبل اور انٹرنیٹ نے سگی اولاد کو بھی ماں باپ سے دور کر دیا ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موبائل پر بھیجا گیا میسج، یا انٹرنیٹ پر بھیجا گیا کارڈ، محبتوں کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟

قصہ مختصر میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔میں اندر اور باہر، ہر دو جگہ سے ہر دو طرح سے خوشحال ہوں۔

میرے پاس بینک بیلنس اور نیک نامی، عزت و شہرت کی کمی نہیں ہے۔۔۔میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر، مقامی کالج کا پرنسپل اور مشہور و معروف اکیڈمی سائنس ورلڈ کا ایمڈی ہوں۔میری بیوی گائنا کالوجسٹ ہے۔۔۔جس کے پاس دوسرے شہروں کی بیگمات، آنا، بڑے شہروں کی مشہور و معروف لمبی لمبی ڈگریوں کی بہ نسبت زیادہ پسند کرتی ہیں۔

میرے چار بچے ہیں دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔مزے کی بات یہ کہ میرے دونوں بیٹے بھی جڑواں ہیں اور بیٹیاں جوان سے تین سال چھوٹی ہیں وہ بھی جڑواں۔عادات اور شکل وصورت میں ان کے مزاج پسند ناپسند اتنے ملتے جلتے ہیں کہ میرے گھر میں ٹینشن، لڑائی یا ہنگامہ آرائی کی کیفیت نہیں ہوتی۔

ہم لوگ ناشتہ، لنچ یہاں تک کہ رات کا کھانا بھی اکٹھے کھاتے ہیں، میرے بچے اور بچوں کی ماں نے کبھی مجھے کسی شکایت کا موقعہ فراہم نہیں کیا۔

میں حج کر چکا ہوں اور زندگی کے آخری سانس تک اسے قائم رکھنے کی کوشش میں ہوں۔میرے بچے او لیول کے ساتھ قرآن حفظ کر رہے ہیں۔میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میرا گھر میری جنت اور میرے خوبصورت گھر کو خوبصورت ترین بنانے میں میرے اہل خانہ کی خوب سیرتی شامل ہے۔آپ حیران ہوں گے مجھے میری بیوی نے اتنی مصروفیات کے باوجود اتنی توجہ، محبت اور وقت دیا ہے کہ مجھے کسی اور عورت کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

۔۔۔ہم دونوں کی خواہشات، منصوبے اور ارادے ایک جیسے ہیں۔ہماری اکثر بات چیت شروع ہوتی ہے تو دوسرا فریق میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے کے مصداق وہ فقرہ مکمل کر دیتا ہے۔

ایسے میں ہم دونوں کے چہرے پر بیاختیار مسکراہٹ آجاتی ہے۔ محبتیں وجود میں جلترنگ پیدا کرتی ہیں اور ہمارے لہجے میں کھنک آجاتی ہے۔ ہم دونوں ہی کہہ اٹھتے ہیں، اللہ تیرا شکر ہے، بلکہ مجھے جب شکرانے کے جھلملاتے تاروں جیسے آنسو اپنی بیوی رومی کی آنکھوں میں نظر آتے ہیں تو میں سوچ کر سجدہ شکر بجالانے کے لئے وضو کرنے لگ جاتا ہے کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا کی طرح اللہ نے بھی تو قرآن میں بار ہا کہا ہے تم جتنا شکر ادا کرو گے میں تمہیں اور زیادہ ضرور دوں گا۔

کیا آپ کو میرے رب کی کسی بات میں شبہ ہے۔۔۔؟؟ چلیں اب اتنی پہیلیاں بھجوانا بند کرتا ہوں لیکن میری خوشحال زندگی کی داستان سے پہلے ایک بات بتادوں کہ میری زندگی کی بنیاد اور عمر بن عبدالعزیز کی زندگی میں ایک بات مشترک ہے۔ وہ آپ نے اپنے بچپن میں خلیفہ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی رات کو گشت کرنے والی کہانی ضرور پڑھی ہوگی جس میں انہیں کسی گلی میں ماں بیٹی کی گفتگو سننے کو ملتی ہے۔ ماں جب بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کی تاکید کرتی ہے اور کہتی ہے کون سا امیر المومنین دیکھ رہے ہیں، تو بیٹی نے ماں کو یہ کہہ کر لاجواب کر دیا تھا۔
اماں امیر المومنین نہیں دیکھ رہے تو ان کا خدا تو دیکھ رہا ہے، اور ماں دودھ میں پانی ملانے سے باز رہی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ گفتگو سنی تو اگلے ہی دن اس ماں بیٹیوں کے متعلق معلومات حاصل کیں، ان کی دوررس نگاہوں نے اس لڑکی میں وہ خوبی دیکھ لی تھی جو کسی بھی مرد کو دنیا وہ آخرت دونوں میں کامیاب کرواسکتی ہے۔۔۔ اپنے بیٹے سے جب اس لڑکی کا نکاح کیا۔ بہو بنا کر گذرا تو کل زمانے نے اور رہتی دنیا تک کی تاریخ نے اس لڑکی کو خوبی کو تسلیم ہی نہیں کیا تعریف بھی کی۔

اللہ نے یہ تعریف ان کو عمر بن عبد العزیز جیسا بیٹا ان کی نسل سے عطا کر کے کی۔۔۔ ایک چھوٹے سے سچ کا اللہ تعالیٰ نے جتنا بڑا انعام دیا۔۔۔ وہ اس پر اپنی تصدیق کی مہر ثبت کرتا ہوں۔

میں مہر احسان ولد مہر اکرام احمد اسی سچ کی پیروی میں دنیا کی ہر چھوٹی بڑی خوشی سے آراستہ ہوں۔۔۔ کیسے۔۔۔ آئی۔ آپ کو میں اپنی کہانی سناتا ہوں۔
یہ دسمبر کی ایک شردترین سہ پہر تھی۔ سردی نقطہ انجماد سے نیچے پہنچ چکی تھی اور بوڑھے تو بوڑھے ہم جیسے شیر جوانوں کی ہڈیاں تک اس سردی سے قلفی کی طرح جم چکی تھیں۔ کئی دنوں سے وہ سورج جو گرمیوں میں آگ کے شعلے برساتا، قہر توڑتا تھا سردی سے ٹھٹھرتا، سکڑتا ہی غروب ہو جاتا۔ درخت کا ہر پتہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ خود میں جو سویٹر، جرسی کے اوپر گرم لیدر کی جیکٹ پہنے ہو جسم کو کسی حد تک اس جان لیوا سردی سے محفوظ کر چکا تھا لیکن ناک جیسے سردی سے سن ہو چکی تھی۔ اس سردی سے ٹھٹھرتا ہوا اسٹور میں داخل ہوا تو انکل اپنی شفٹ پوری کر کے جا چکے تھے۔ آسمان پر پانی سے بھرے بادل بس برسنے کو تیار تھے، اور اندر اسٹور گاہکوں سے بھرا پڑا تھا۔ کرسمس کے علاوہ وہ ویک اینڈ بھی تھا۔ ہر بندہ بشرات سے پہلے پہلے سودا سلف خرید کر گھر پہنچانا چاہتا تھا۔ کوئٹہ کی برفانی ہواؤں نے سینکڑوں میل دور اس چھوٹے سے شہر کو شکار بنایا

ہوا تھا۔ بہرحال انڈے، ڈبل روٹی، ڈرائی فروٹ سے لے کر سردی کی ہر چیز اس سویٹس بیکرز اینڈ جنرل اسٹور سے دستیاب تھی۔

سیلز مین اپنی حد تک پھرتی دکھا رہے تھے مگر کہاں۔۔۔ دو چار روپے کی ٹافیوں سے دس دس ہزار تک کے سودے فراہم کرنا۔ ان کی لسٹ، ریٹ پھر کیلکولیٹ کرنا۔ کسی کو بقایا دینا۔۔۔

کہاں کی سردی اور کہاں کی بارش؟ سب کچھ بھول کے میں بھی گاہکوں کی سروس میں مصروف ہوگیا۔ مجھے بالکل یاد نہیں ان دو خواتین میں سے کس نے بل پکڑا۔۔۔ اور کس نے ادائیگی کی۔ وہ تو بس اتنا یاد ہے کہ ان کے جاتے ہی باقی گاہک بھی فارغ ہو چکے تھے۔ میں سامنے حبیب سنٹر میں داخل ہونے والوں کو دیکھنے لگا۔ یہاں سے نکل کر وہ دو خواتین حبیب سنٹر میں داخل ہو چکی تھیں۔

میں نے رقم کی طرف دھیان دیا۔

ہائیں یہ کیا؟ سترہ سو (1700) روپے کی بجا 1100 روپے میں پریشان رہ گیا۔ اکٹھے چھ سو روپے۔

کیا غلط فہمی میں 7 کو ایک سمجھا گیا؟ یا روایتی چالاکی ہوشیاری دکھائی گئی ہے۔ انکل تو ایک پیسے کی بخشش کے قائل نہیں کجا چھ سو یکمشت۔۔۔

کروں تو کیا کروں۔۔۔؟ میں نے الیاس کو آواز دی۔۔۔ الیاس یہ رقم چھ سو کم ہے۔۔۔

تمہیں پتہ ہے یہ بل کس کا ہے؟ میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔۔۔

یہ بل انہیں دو خواتین نے ادا کیا تھا جو ابھی سامنے حبیب سنٹر میں داخل ہوئی ہیں۔

الیاس بھی کسی کام سے سٹور سے باہر جا چکا تھا۔ کیا میں خود خواتین سے پیسے لینے جاؤں؟ کس قدر شرمندگی کی بات ہے مین روڈ کے بیچوں بیچ میں وضاحت کر کے ہاتھ پھیلاؤں۔

معزز خواتین یہ بل تو ذرا دکھایئے۔۔۔

خود ہی دل ہی دل میں سوال و جواب کرتے ہو میں نے سوچا کہ اگر ان دو معزز، خواتین نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے سترہ سو ادا کیے ہیں۔ پھر؟؟؟

اف۔۔۔ میری نظریں ان دونوں خواتین کی طرف اٹھیں۔ وہ سڑک پر پہنچ چکی تھیں۔

میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ انکل تو چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے کے قائل ہیں۔۔۔ ان چھ سو میں، میری چمڑی انہیں مہنگی نہ لگے گی۔

میں کاؤنٹر سیٹ سے اٹھا۔ ہمت مرداں، مدد خدا، پیسے مانگ کر تو دیکھوں۔ میں نے حفظ ما تقدم کے طور پر گلا صاف کیا آخر خواتین سے گفتگو جو فرمانا تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے ہی لمحے مجھے اسی کاؤنٹر سیٹ پر بیٹھا پڑا۔ ان میں سے ایک خاتون جو بلیک گاؤن اور پرنٹڈ سکارف میں تھی، تیزی سے اندر آئی۔

سوری سر، بل سترہ سو روپے تھا ہم نے گیارہ سو پے (pay) کیے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ چکن مایونیز کی بوتل ایکسٹرا ہے، شاید غلطی سے آپ کے ملازم نے ہمارے شاپر میں ڈال دی تھی۔

اس نے پھرتی سے مایونیز کی بوتل کاؤنٹر پر رکھی چھ سو روپے نکالے۔۔۔ اور بغیر کسی کی طرف

دیکھے، رکھ کر واپس چلی گئی۔۔۔ میں بڑی خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا۔۔۔ آج تک میں نے بھاؤ تاؤ کرے میں خواتین کے ہنر ہی دیکھے تھے۔ دو چار روپے کے لیے گھنٹوں مغز ماری کی تھی۔ بڑے بڑے لینڈ لارڈ کی بیگمات کو چند روپوں کے لئے بحث کرتے دیکھا تھا۔۔۔ یہ کیسا انوکھا تجربہ ہے۔۔۔ سترہ اٹھارہ سالہ لڑکی جو چھ سو روپے بغیر مانگے صرف ضمیر کی گواہی پر مجھے واپس کرگئی۔۔۔ کیا مجھے اس کا اتہ پتہ معلوم تھا جو نہ دیتی تو لینے چلا جاتا؟؟

میں نے کسی افسانوی، فلمی یا ڈرامائی سچویشن کا منظر نہ تھا کہ اس کے ہاتھ سے کوئی کارڈ گر جاتا جس پر اس کا ایڈریس لکھا ہوتا یا پھر اس کی کوئی کتاب میرے پاس رہ جاتی جس کو واپس کرنے کے بہانے میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیتا۔

میں حقیقی دنیا میں رہنے والا، ایم ایس سی فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کرنے والا ایک نوجوان تھا جس کے ماں باپ ان پڑھ اور غریب لوگ تھے۔ اس کے ایک رشتے کے بجا شہر میں اسے لانے، تعلیم دلانے کا بیڑہ اٹھایا۔۔۔ انکل بیاولاد تھے۔۔۔ ان کا شہر میں مشہور بیکرز سٹور تھا جس پر وہ ان کے احسان کا بدلہ کسی حد تک چکانے کے لیے چند گھنٹے ضرور گذارتا تھا۔ دولت میری اولین ترجیح ہونی چاہیے تھی لیکن ہمیشہ اخلاقی اقدار میں برتری، کو میں نے ترجیح دی ہے اور غالباً نہیں یقیناً میں پاکستان کے ان چند نوجوانوں میں سے ہوں جنہوں نے سول سروس کا امتحان کامیابی سے پاس کرنے کے بعد لمبی گاڑی، شوفر، کوٹھی کے خواب دیکھنے کی بجا مقامی کالج میں لیکچرر شپ کو ترجیح دی۔ علم کو دولت کے حصول کے لیے بیچنا مجھے کبھی پسند نہیں رہا اس لیے اکیڈمی اور ٹیوشن سنٹر میں پڑھانے کی بجا میں نے ہمیشہ کالج میں بھرپور توجہ طلباء پردے کر حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ خیر میں کہاں سے کہاں نکل گیا۔ بات تو ہو رہی تھی اس روز مین پر رہنے کے لیے مجھے کسی حسین چہرہ کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ حیران ہوں گے۔۔۔ بیوی کے لیے حسین ہونا شرط نہیں ہے۔۔۔ بیوی اور ماڈل گرل میں کچھ فرق تو ہونا چاہیے۔

دولت بھی بزرگوں کے اس حوالے سے کہ شادی کے بعد مال بوی کے مقدر سے اور اولاد شوہر کی تقدیر سے ملتی ہے، میں دولت کو بھی ایک طرف رکھ دیتا ہوں۔ ہاں بیوی کے لیے میرے ذہن میں بارہا جو چہرہ، جو خیال، جو منظر آیا ہے وہ انتہائی باشعور، باوفا اور ذمہ دار خاتون کا ہے۔۔۔ میرے خیال میں اگر یہ تینوں شرائط مدنظر رکھی جائیں تو آپ ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔۔۔

میں نے ہمیشہ خدا سے بھی نیکی سے محبت اور پھر اس نیکی پر قائم رکھنے کی دعا مانگی ہے جب میں دو چار روپے کی خاطر، آج کل کی اداکاراؤں جیسی شکل و شباہت اپنائے والی لڑکیوں کو دیکھتا ہوں کہ کس طرح اداؤں، جلوے دکھا کر متاثر کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو میں اور زیادہ غیر متاثر ہو جاتا ہوں۔۔۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس لڑکی کی ایک معمولی سی کارکردگی نے میرے دل و دماغ پر اس کا سکہ بٹھا دیا۔۔۔ اس کی بےنیازی، خوداعتمادی پر میں گنگ تھا۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے دماغ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو تمہاری بیوی ہونا چاہیے۔۔۔ اور

urdunovels.net

دل نے دماغ کے اس فیصلے کو بغیر ہچکچاہٹ کے قبول کرلیا۔میں نے اس کے دیے ہو 500 روپے کا نوٹ اپنے والٹ میں ڈال کر اس میں سے 500 کا نوٹ کیش میں شامل کردیا۔

مجھے اس نوٹ کی کبھی بھی ثبوت یا گواہی کے لیے ضرورت پڑ سکتی تھی۔۔۔اس لڑکی کو میں جانتا تھا پہچانتا تھا لیکن مجھے اس کی تشویش بھی نہیں تھی کیونکہ مجھے پورا یقین تھا کہ میرا خدا ہی نیکی کے معمولی بیج کو مناسب ماحول دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے اس تک پہنچنے کے باعزت راستے وہ خود ہی پیدا کرے گا۔ویسے بھی زیادہ تردد کیوں کرتا اس لڑکی کو میں نے سڑک پر جس خاتون کے ساتھ محوگفتگو دیکھا تھا وہ اس مقامی کالج کی پرنسپل تھیں جس میں، میں فزکس کا پیریڈ لیتا تھا۔

اگلے دن فزکس کا پیریڈ لیتے ہوئے وہی سکارف وہی گاؤن میرے سامنے تھا۔گویا وہ سیکنڈ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔۔۔میرے انداز و اطوار میں کوئی چھچھورا پن نہیں تھا۔۔۔سب سٹوڈنٹس جب مجھے سر کہتیں تو میں اپنے آپ کو ان کا روحانی باپ محسوس کرتا کہ میں علم تقسیم کرنے کے لیے منتخب تھا۔۔۔میرے کردار، گفتار اور لہجے میں ہمیشہ صنف نازک کے لیے احترام کا پیمانہ حاوی رہا۔۔۔یہی وجہ تھی کہ گرلز کالج میں اس دفعہ میرے سبجیکٹ کا رزلٹ 89 فیصد رہا بلکہ روحی افتخار وہ روشن ستارہ ثابت ہوئی جس نے فزکس میں 99 فیصد مارکس حاصل کیے۔میں سٹاف روم میں دیگر سائنسی مضامین کے ساتھ اپنے مضمون کو ڈسکس کرتے ہو جب اس سٹوڈنٹ کو زیر بحث لایا تو میڈم فرحین نے انگلی اٹھا کر ایک لمحے کے لئے مجھے لاجواب کردیا۔

مہراحسان آپ اس سٹوڈنٹ کے لیے کچھ زیادہ ایموشنل نہیں ہو رہے۔

غالباً میرا چہرہ سرخ ہوا ہوگا جو سب کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی۔میں بھی کھسیانا ہوگیا لیکن اب میں کچھ زیادہ محتاط ہوگیا۔جب قدرت نے میرے ارادے کو عمل کا لباس پہنایا۔مجھے مجنوں یا فرہاد بننے کی ضرورت پیش آئی نہ مجھے ان کی طرح مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ہوا یوں کل میری اسی سٹوڈنٹ کو ٹائیفائڈ بخار فائنل سے ایک ماہ پہلے ہوا۔۔۔مجھے کالج میں میڈم فرحین نے کال کیا۔ان کے کچھ کہنے سننے سے پہلے میں نے بات کے لیے سٹارٹ لیا۔

میڈم اگر آپ پسند کریں تو میں ان کو کالج میں ہی کچھ ایکسٹرا ٹائم دے دیا کروں؟

میڈم فرحین نے حیران ہو کر مجھے دیکھا۔۔۔آپ کو کیا معلوم کہ میں آپ سے یہی بات کرنے والی ہوں۔کالج میں گذرے ماہ و سال نے مجھے لوگوں کی پہچان کرا دی تھی۔۔۔انہی میں سے ایک میڈم فرحین تھیں۔بے پناہ ذہین، بااعتماد اور مشفق عقاب کی نظر رکھنے والی اور چیتے کی سی پھرتی سے کام کرنے اور لینے والی۔۔۔عورت ہونے کے ناطے میں ان کا بیحد احترام کرتا تھا۔

میں نے بیدھڑک جواب دیا۔

میڈم وہ میری سٹوڈنٹ جو ہیں۔اگر ان کی بجا کسی اور سٹوڈنٹ کے ساتھ مسئلہ ہوتا تو بھی میں ان کو ضرور ٹائم دیتا۔۔۔ان تمیں دنوں میں روحی کو فزکس کی تیاری کراتے ہو مجھے یہ بخوبی احساس ہو چکا تھا کہ وہ بہت ریزرو رہنے والی سنجیدہ مزاج لڑکی ہے جسے ہر قیمت پر ڈاکٹر بننا ہے۔۔۔اور بس۔۔۔

امتحانات کے بعد رزلٹ آنے میں چار ماہ لگے۔میڈم فرحین سے اکثر گپ شپ رہتی۔۔۔وہ

لڑکیوں کے معاملہ میں شاید مجھ سے زیادہ حساس تھیں، معاملہ روحی کو فزکس پڑھانے کا تھا یا کلاس میں پیریڈ لینے کا، وہ کالج کی کسی نہ کسی ایک خاتون ملازمہ کو ضرور اس وقت اس کمرے میں آن ڈیوٹی رکھتیں۔۔۔ میتھس اور کیمسٹری کے لیے سر ابرار اور نجم الھدیٰ۔ ڈگری کالج سے آتے اور ان حفظ ماتقدم قسم کی پابندیوں پر واپس سٹاف میں جا کر خوب مذاق اڑاتے۔

میں نے دو چار دفعہ دبے دبے لہجے میں میڈم فرحین کے اس عمل کی تعریف کرنا چاہی تو مجھے اندازہ ہوا یہ سب بیکار ہے۔ یہ دونوں مردوذات کے اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں صرف گھر کی عورت محترم لگتی ہے۔

خیر رزلٹ آنے پر میں اپنی گرلز کالج کی سٹوڈنٹس کا پتہ کرنے کے لیے کالج جانا چاہ رہا تھا کہ میڈم فرحین کا فون آیا۔

سر احسان، رول نمبر 19 نے بورڈ میں ٹاپ کیا ہے۔ سائنس جنیکٹس میں پہلی پوزیشن لی ہے۔۔۔میرا خیال ہے اس کے اساتذہ کو ریپریزینٹ کرنے کے لیے آپ کو ساتھ جانا پڑے گا۔۔

۔

میڈم فرحین اور ساتھ رول نمبر 19 (روحی) کی چند رشتہ دار خواتین اور میں جب میڈل لینے کے لیے بورڈ کی عمارت میں داخل ہو تو ان آنکھوں میں غیر معمولی سنجیدگی تھی۔ خوشی کا ذرہ بھر احساس ان روشن آنکھوں میں نہیں تھا۔ میڈل لینے اور سٹیج سے واپس آنے پر، اپنے تاثرات کے اظہار میں کوئی گرمجوشی نہیں تھی۔۔۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ اس سنجیدگی یا سرد رویے کی وجہ کیا ہے، لیکن کس سے پوچھتا۔۔۔؟ لیکن یہ بات میرے اندر اتنی کھلبلی مچا چکی تھی اور میں اس قدر پریشان تھا کہ سٹور پر انکل نے کئی دفعہ ٹوکا۔

احسان کیا بات ہے؟ کوئی مسئلہ ہے۔۔۔؟ میں بیدلی سے مسکرایا۔۔۔کوئی بات نہیں انکل۔۔

۔

کل آپ نے نوٹ کیا ہوگا رول نمبر 19، بہت ٹینس تھی میڈم فرحین سے اگلے دن میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔۔۔اور جھجکتے جھجکتے کہا میڈم لیکن یہ اس کا پرسنل معاملہ ہے۔ اس لیے میں نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

کچھ مسائل ایسے ہیں کہ وہ میڈیکل کی تعلیم شاید نہ حاصل کر سکے۔ انہوں نے دھماکہ کیا۔۔۔

لیکن وہ میری تنی ذہین سٹوڈنٹ ہے کہ میں دل سے چاہتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر بنے۔۔۔انہوں نے کہا،

یہ تو اس کا ذاتی معاملہ، کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟

مجھے اپنے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑتے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اس کے خاندان میں عورت کی بے حرمتی کے دو تین واقعات پیش آ۔۔۔ایک کزن ڈاکٹر بننے کے لئے میڈیکل کالج میں گئی اور میڈیسن کی تعلیم کو دور پھینک کے ٹیوی کے ڈراموں میں کام کرنے لگی۔۔۔اس واقعہ کو گذرے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ کالج کے ہاسٹل سے ایک لڑکی غائب ہوئی اور بتیس گھنٹوں کے بعد اس کی ڈیڈ باڈی بہت بری حالت میں ہاسٹل کے باہر ملی۔۔۔ان سب

واقعات نے سمجھدار ماؤں اور باپ کو بہت محتاط کر دیا ہے۔ بالخصوص ان بچیوں کے لیے زیادہ مسئلہ ہے جن کے سرپرست بھی موجود نہ ہوں اور دور دراز شہروں میں ہاسٹل میں رہنا پڑے۔

کیا ان کی عزت کی حفاظت کی کوئی گارنٹی دے سکتا ہے؟؟

وہ وہ حالات ہیں جو اس بچی کے مجھے معلوم ہوئے ہیں جو میری سٹوڈنٹ ہی نہیں میری اکلوتی بیٹی بھی ہے۔

اور اگر یہی حالات رہے تو مجھے لگتا ہے بہت سی ذہین بچیوں کو اپنے ڈاکٹر بننے کے خواب خود ہی بیچنا پڑیں۔

میں سن ہو کر رہ گیا۔۔۔اور میرے خدایا اس قدر ذہین بچی۔۔۔پورے بورڈ میں پہلے نمبر پر آنے والی۔ پتہ نہیں کیسے۔۔۔کیوں۔۔۔میرے ہونٹوں سے بس ایک فقرہ نکلا۔۔۔

میڈم روحی کو ہر صورت میں ڈاکٹر بننا چاہیے۔ اس کا ٹیلنٹ میں ضائع نہیں ہونے دوں گا۔۔

اور پھر قطرہ قطرہ، لمحہ لمحہ، میں نے بیتے دنوں کا بھید۔۔۔اس نیکی کو پانے کی خواہش کا اظہار میں نے کر دیا۔۔۔جو راز تھا۔ شاید اس کے آشکار ہونے کا وقت اللہ لے کر آیا تھا۔۔

میڈم نے پوری بات سنی۔۔۔اور ایک راستہ نکالا۔۔۔

سر احسان۔۔اس کا ایک حل یہ ہے کہ کوئی علم دوست بہت محبت والا، مخلص بندہ اس کا ہمسفر بنے اور اس کی تعلیم کو جاری رکھے۔

میں نے فوراً گرمجوشی سے کہا۔۔

میڈم آپ ان کے گھر والوں کو یقین دلا دیں، میں بیحد مخلص۔۔۔محبت کرنے والا علم دوست ہمسفر ثابت ہوں گا۔

اللہ یقیناً بہتری کرے گا۔۔۔میڈم نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

میرا نام روحی افتخار ہے۔

میں بہاولپور کے قریب ایک قصبے میں رہتی ہوں۔ بہاولپور کی بجائے میں نے اپنا کلینک اس نواحی قصبے میں بنایا، جس میں میری رہائش ہے۔ لوگ اسے پاگل پن کہتے ہیں۔۔۔اور اکثر یہ جملہ دہراتے ہیں۔

بہاولپور میں کلینک کرتیں تو پیسہ کماتیں۔ لیکن میں فخریہ کہتی ہوں مجھے پیسے کی حرص نہیں۔۔۔حلال کی چھ گھنٹے کی کمائی میں جتنا میرا مقدر ہے وہ مجھے مل کر رہے گا۔۔۔ویسے بھی مجھے بہاولپور جانے کی ضرورت کیا ہے؟؟

بہاولپور کی تمام فوجی آفیسرز تک کی بیگمات سی ایم ایچ کی بجائے اس نواحی قصبے میں میرے پاس آتی ہیں۔۔۔لوگ قصبوں سے شہروں میں ریفر کرتے ہیں لیکن یہاں شہروں سے میری طرف مریض ریفر کیے جاتے ہیں۔

میرے کلینک میں غریب، نادار اور مستحق خواتین کو اسی توجہ، محبت سے دیکھا جاتا ہے جتنی توجہ اور محبت سے ایم پی اے۔ ایم این ایز کی بیگمات کو۔۔۔اکثر کلینک جاتے ہوا ایک فقرہ سننے کو ملتا ہے۔

بہن ڈاکٹر روحی کے پاس جاؤ اس کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔۔۔تو میں فخر کی بجائے مزید ڈر جاتی ہوں۔۔۔

اللہ اس بھرم کو تم ہمیشہ قائم رکھنا۔۔۔شکرانے کے طور پر میں اکثر غریب خواتین سے فیس نہیں لیتی۔۔۔بلکہ ادویات بھی جہاں تک ہو سکتا ہے فراہم کرتی ہوں۔۔۔

آپ نے ایک دنیا دن آخرت والا محاورہ یا مقولہ سنا ہے ناں۔۔اللہ مجھے دنیا میں دس گنا سے زیادہ دے رہا ہے تو میں سوچتی ہوں آخرت میں کتنا دے گا؟؟ کبھی کسی پبلک فنکشن یا بچوں کے تعلیمی اداروں میں جانا پڑے تو میں ہر شخص کے دل میں اپنے لیے جتنی محبت پاتی ہوں، اس پہ ہمیشہ شرمسار رہتی ہوں لیکن آپ جانتے ہیں اللہ حلال اور سچ کو ہمیشہ پسند کرتا ہے۔شاید یہی وہ دو لفظ۔۔۔دو خوبیاں ہیں جنھوں نے میری زندگی میں کامیابیوں کی ہر منزل تک پہنچانا آسان کر دیا ہے۔۔۔

میرے بیٹے اولیول کر رہے ہیں۔اللہ نے انہیں اپنی پیاری کتاب کے حفظ کی سعادت دی ہے۔

میری بیٹیاں بہت سمجھدار اور پیاری ہیں۔میرے میاں مہر احسان، اس وقت میرے لیے روئے زمین پر سب سے معتبر اور مخلص ہیں۔میرے در پر خوشیاں ہی خوشیاں ہین، انسان ہونے کے ناطے اگر غم یا پریشانی لاحق بھی ہو تو مثال اس انسان کی طرح ہوتی ہے جو چاروں طرف سے شیشے کے باکس میں محفوظ ہو، باہر آگ لگے، آندھی آیا اولے پڑیں وہ انسان ان کے اثرات سے محفوظ ہوتا ہے۔۔۔ہمارے دلوں کو اللہ نے غم پروف بنا دیا ہے۔۔۔

یہ وقتی پریشانیاں ہمیں مزید نکھار اور سنوار دیتی ہیں اگر کسی کو خوشحالی یا اطمینان کے ناپنے کے پیمانے کا علم ہو تو وہ یہی نتیجہ دے گا۔

اس وقت مہر احسان اور ڈاکٹر روحی افتخار اس کائنات کے خوشحال ترین لوگ ہیں۔

یہ اعزاز اللہ نے مجھے کیسے دیا؟ مجھے بس اتنا علم ہے کہ میرے لیے زندگی کا یادگار ترین دن وہ تھا جب بابا نے مجھے پانچویں کلاس میں فرسٹ آنے پر کچھ کھلونے اور سٹوری بکس دیتے ہو کہا۔

روحی بیٹے اگر تم چاہتی ہو کہ ہمیشہ ہر بندہ تمہاری عزت، رعب کے ساتھ نہیں، محبت کے ساتھ کرے تو ہمیشہ حلال کا دھیان رکھنا اور سچ بولنا۔۔۔

ماما نے آ کے ہنس کے بابا کی بات کاٹ دی۔کیا بات ہے۔اس کے بڑا ہونے کا انتظار نہیں کریں گے؟ آج ہی ساری ڈوز پلا دیں گے؟؟

فرجی کل میری انگلینڈ کے لیے فلائیٹ ہے میں چاہتا ہوں میں جو جو بیٹی کو بتانا چاہتا ہوں آج بتا دوں۔

بابا نے مجھے سینے سے لگا رکھا تھا۔ان کی آواز کی لرزش پر ماما بھی گھبرا گئیں۔۔۔اور یہ گھبراہٹ ان کی بیوگی اور میری یتیمی کی شکل میں چند گھنٹوں میں سامنے آ گئی۔۔۔

حلال، سچ، حیا، مجھے بابا کے یہ تین لفظ ہر وقت گھیرے میں رکھتے۔۔۔پہلی دفعہ جب اردو کے پرچے میں مارکنگ میں غلطی ہوئی اور ٹوٹل 79 کی بجا 99 دیکھا تو میں ٹیچر افشاں کے پاس گئی۔

urdunovels.net

ٹیچر، ٹوٹل غلط ہے۔ میرے مارکس 79 بنتے ہیں۔ ٹیچر نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔۔۔ گھورتی رہیں گھورتی رہیں۔۔۔ پھر کہا جاؤ بیٹھو۔۔

اگلی صبح اسمبلی میں وہی ٹیچر گلا صاف کرتے ہو بچوں سے مخاطب ہوئیں، سکول کے پرنسپل بھی ان کے پاس کھڑے تھے۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہنے لگیں بچو آج یہ ایک ٹرافی اس سٹوڈنٹ کو دینا ہے جس کی پہلی پوزیشن تھی لیکن اس نے آ کر کہا میری کوئی پوزیشن نہیں بن رہی، آپ نے ٹوٹل غلط کیا ہے۔۔۔ میں بلاؤں گی اپنی بہت پیاری سٹوڈنٹ روحی افتخار کو۔۔۔

بہت زیادہ تالیوں کے شور میں مجھے صرف ٹرافی نہیں تمام سٹاف اور بچوں کا پیار، اعتماد ملا۔۔۔

یہ اپنے بابا مرحوم کی وصیت کا پہلا تحفہ تھا جو عمل کرنے پر مجھے ملا۔۔۔

پھر تو جب بھی کوئی موقع آیا میں نے خواہ کتنے ہی نفع یا نقصان کا ہو، انہیں تین چیزوں کو مدنظر رکھا۔

ماما نے جب دوسری شادی کی، میں نے نئے بابا کو بھی اپنے بابا کی طرح کچھ اصول و ضوابط کا پابند پایا، لیکن ان سنہری اصولوں پر عمل نے انہیں مجھ سے قریب کر دیا۔ میری زندگی میں ان کی محبت اور شفقت بن مانگے شامل ہو گئی۔ مسئلہ اس وقت پیدا ہوا جب پھپھو کی بیٹی ڈیایمسی میں گئی لیکن بمشکل چند ماہ ہاسٹل میں رہنے کے بعد اس کی تصاویر، ہر میگزین اخبار میں نظر آنے لگیں ٹیوی کا کوئی ایڈ، کوئی ڈرامہ اس کے بغیر مکمل نہ تھا۔ اس بات کو چند دن بھی نہ گھرے تھے کہ ملیحہ، میری دوست، پنڈی کسی کورس کے سلسلہ میں گئی لیکن بڑی پراسرار حالت میں گمشدگی کے دو دن بعد ہاسٹل کے باہر مردہ حالت میں پائی گئی۔

پاپا نے ان تین واقعات کو بہت بڑے حوصلے سے سنا لیکن ان کا ردعمل اس وقت ظاہر ہوا جب بورڈ کے چیئرمین نے ماما کو کال کیا۔ آپ کی بیٹی پوزیشن ہولڈرز میں شامل ہے، آپ کل آڈیٹوریم میں تقسیم انعامات کی تقریب میں صبح دس بجے پہنچ جائیے۔

یہ خبر سن کر میں جس خوشی سے اپنے اندر ایک نئی کیفیت اور ولولہ محسوس کر رہی تھی۔۔۔ چند لمحوں ہی رہی۔ سنتے ہی پاپا نے کہا۔

فرحین، اپنی ذمہ داری پر اپنی بیٹی کو دوسرے شہر بھیجنا، میری طرف سے معذرت ہے۔

ماما کے ساتھ ساتھ میرا رنگ فق اور حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ ہم دونوں جانتے تھے کہ زمین ادھر سے ادھر ہو جا لیکن پاپا کا فیصلہ نہیں بدل سکتا۔ ان کے منہ سے نکلے الفاظ، حتمی اور حرف آخر ہوتے ہیں۔ اس میں ذرہ بھر ترمیم کی گنجائش نہیں ہوتی۔

میں نے اپنے بابا کی وفات پر بھی ماما کو اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا جتنا اس رات۔۔۔ وہ اسیر رات ہم دونوں ماں بیٹیوں نے پلک جھپکائے بغیر گذاری۔

نرم بستر ہمارے لیے کانٹوں کا چادر بن چکا تھا۔ ماما حوصلہ دیتی اور کہتیں، تم انشا اللہ ضرور ڈاکٹر بنو گی۔۔۔ خواہ کچھ بھی ہو جا۔

☆

وہ خزاں کا جاتا رخصت ہوتا ایک دن تھا۔۔۔پیلی اور اداس دھوپ ٹنڈ منڈ درختوں سے لپٹ کر رو رہی تھی۔آسمان پر اکا دکا بادل اور ہوا کا ہلکا سا جھونکا ان ٹنڈ منڈ درختوں کو اور لرزا دیتا۔۔

۔یا شاید میرے دل کا موسم اس خزاں رسیدہ درخت کی طرح تھا۔ساری رات جاگ کر گذاری، صبح ماما نے کالج جاتے وقت مجھے سینے سے لگایا۔۔۔رات کے برعکس ان کے چہرے پر واضح اطمینان اور مسکراہٹ تھی۔ان کے کسی رویے سے، کسی انداز سے پریشانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

میں ان کو حد درجہ مطمئن دیکھ کر، خوفزدہ تھی، پوچھنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں تھا لیکن دل میں اک ہوک سی اٹھی۔۔۔صرف دس دن۔۔۔اس کے بعد ڈاکومنٹس بھجوانے کی ڈیٹ گذر جا گی۔

میرے ملا دس دن گھرنے کا تو پتہ نہیں چلے گا۔۔۔میں کیا کروں گی؟؟

ماما کا والہانہ انداز مجھے اور تشویش میں ڈالے ہو تھا خلاف معمول ماما کالج سے بہت دیر سے آئیں۔

میں فکر، اندیشے میں مبتلا اپنے بیڈروم سے گیٹ تک چکر لگا لگا کر پاؤں تھکا چکی تھی۔جب ماما کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔مجھے دیکھ کر امی نے ہلکی سی سمائل دی۔۔۔

پاپا اس وقت سٹڈی روم میں تھے۔۔۔ماما ان کے پاس وہیں چلی گئیں۔عصر کے بعد مغرب ہو گئی جب ماما باہر آئیں۔۔۔ان کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔

پاپا نے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ماما نے مجھے ساتھ لیا، رات کے دس بجے واپسی پر گولڈ سیٹ، تین سوٹ، کچھ ضروری اور بنیادی اشیاء کے بعد ایک فقرہ میرے پلڑے میں ڈال دیا۔

کیا تم ہر صورت میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہو، اس کے لیے کی قربانی دے سکتی ہو؟

کیا تمہیں اگر ایک شخص پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ گواہی دے کہ وہ تم سے شادی کر کے تمہارے ادھورے خوابوں میں رنگ بھر سکتا ہے تو تمہارا کیا فیصلہ ہوگا؟؟

میں نے فیصلے کے لیے صرف چند منٹ مانگے تھے۔شادی تو مجھے کرنا ہی تھی۔آج بھی اور کل بھی۔۔۔

اگر میں عزت کیس اتھ ماں باپ کے در سے رخصت ہوتی ہوں، تو اس نیکی کے صلہ میں خدا میری قربانی کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔۔۔

میں نے قلبی یکسوئی کے ساتھ امی کو رضامندی دی۔۔۔اور میں سمجھتی ہوں پورے چھ سال اپنی ماں کو پریشانی میں ڈالنے اگر آپ کے پاس ایک چھاگل پانی اور ایک روٹی ہو، لمبا سفر درپیش ہو تو آپ وہ پانی، پاؤں دھونے میں اور روٹی کتے کو نہیں ڈالیں گے۔۔۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ نے آپ کو ایک زندگی دی ہو اور آپ اسے بیکار کاموں میں ضائع کر دیں۔میں نے قائداعظم کا فرمان کام کام اور کام، اپنے لیے سمجھ کر زندگی کے ہر لمحے کو گرانقدر دولت سمجھا۔

ایم فل کے ارادے اور تکمیل میں اڑھائی سال لگے۔۔۔میری دوسری شادی ایم فل کے دوران ہوئی۔سسرال معاملات، گھریلو پریشانیوں نے مجھے مجبور کیا کہ مجھے ایک ہمدرد اور مخلص رفیق کی ضرورت ہے۔۔

میرے نئے شوہر میرے رفیق سفر ہی نہیں، رفیق شغل بھی تھے۔۔۔ایک موضوع ایک سرکل۔۔۔عادات میں بہت فرق تھا لیکن میری زندگی کی ترجیحات اور بےپناہ مصروفیات نے عورتوں کی مخصوص عادات کی طرف آنے ہی نہیں دیا۔

مجھے شادی کے بعد روجی۔۔۔اپنی بیٹی کی فکر تھی لیکن اللہ نے شاید اس کے مرحوم باپ کی اس کے لئے دعاؤں کو قبول کیا وہ لڑکی بچپن سے ہی بہت بردبار اور سمجھدار تھی۔اس نے اس لئے رشتے کو بھی بہت نیچرل انداز سے قبول کیا اور پاپا کے دل میں جگہ بنالی۔میں نے اسے اس کے مرحوم باپ کی کاپی پایا۔۔۔عادات، شکل، طور طریقے سے وہ ہوبہو اپنے باپ کا عکس تھی۔

سچ اور حق کے لیے جان کی بازی تک لگا دینے والی۔

لیکن ان سب کے باوجود ایک وقت ایسا آیا جو اس کی اور میری زندگی کا کڑا، نازک اور مشکل ترین وقت تھا۔کچھ گھریلو مسائل اور خاندان میں پے در پے کئی لڑکیوں کے تعلیم کے نام پر دوسرے شہر جا کر علم کے نام پن دھبہ لگانے کے قصے زبانوں پر اور پھر میڈیا میں آ۔ مجھے تھوڑا سا خوف تھا کہ جب روجی کا رزلٹ آیا اس کے دوسرے شہر جا کر پڑھنے کا مسئلہ ہوا تو کیا کیا جا گا؟؟

جب رزلٹ اناؤنس ہونے سے چوبیس گھنٹے قبل چیئرمین تعلیمی بورڈ کا اس کے پوزیشن ہولڈر ہونے کا اطلاعی فون آیا، وہ جس قدر خوش تھی میں اسی قدر ہراساں۔۔۔میں فیروز کی فطرت سے واقف تھی وہ کوکو سمندر میں اور زندگی بھر کے فیصلے کو ہاں یا ناں میں بتانے کے عادی تھے۔

۔۔میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں انہیں بتایا۔

روجی کا رزلٹ آرہا ہے، زمان صاحب نے اس کے پوزیشن ہولڈر میں شامل ہونے کی اطلاع ابھی دی ہے۔

ایک لمحے کے لئے انہوں ے لاتعلقی سے مجھے دیکھا۔۔۔اور بس اتنا کہا۔تم ذمہ داری اٹھا سکتی ہو، لاہور لانے لے جانے کی تو ٹھیک ہے میری طرف سے معذرت۔

میری خوشیوں پر اوس پڑ گئی۔۔۔روجی کو پتہ چلا تو وہ تو سکتے کی سی کیفیت میں تھی۔۔۔آپ خود سوچیں، ایک طالب علم زندگی کے بارہ سال جس چیز کو منزل سمجھ کر کوشش کرتا ہے۔۔۔اسے منزل ملے تو اسے کہا جا تمہاری منزل یہ نہیں ہے۔۔

مجھے م، لوم تھا کوئی التجا، کوئی سفارش، کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔۔۔جو فیروز نے کہا ہے وہی ہر صورت میں ہوگا اور اب جو قدم اٹھانا ہے مجھے ہی اٹھانا ہے۔۔۔لیکن کیا؟؟

یہاں پر آ کر میرا علم، میرا ذہن، میرا تجربہ میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔۔۔کس سے مشورہ کروں؟ اس دوراہے پر میں شوہر کی نافرمانی بھی نہیں کر سکتی تھی اور بیٹی کو مایوس بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں جو برسوں کے فیصلے لمحوں میں کرنے کی عادی تھی۔

میری قوت فیصلہ نے ہمیشہ مجھے سرخرو رکھا تھا۔آج تہی دامان تھی۔۔۔

یا خدا کیا کروں۔۔۔مجھے لگتا تھا روجی سے پہلے میں حوصلہ چھوڑ دوں گی۔۔۔

میں خالی نظروں سے دیوار کی طرف دیکھ رہی تھی۔دیوار پر ایک مشہور ایڈورٹائزنگ کمپنی کا بہت

خوبصورت اور ایوارڈ یافتہ کیلنڈر لٹک رہا تھا۔ کیلنڈر پر کوئی منظر تھا۔۔۔جس پر میں نظر ڈال رہی تھی لیکن میرا دماغ اسی نقطے پر مرکوز تھا۔۔۔روحی کو فرحین کل رول نمبر انیس یعنی روحی بہت ٹینس تھی۔ ہے تو اس کا پرسنل معاملہ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔۔۔؟؟

بات کا سٹارٹ اس نے لیا۔۔۔ایک غیر مرئی قوت میرا مسئلہ حل کرتی گئی۔ پانچ منٹ میں اس نے مسئلہ کا حل پیش کر دی۔ میڈم میں ان پڑھ اور غریب ماں باپ کا بیٹا ہوں، میں ایم فل کر کے پی ایچ ڈی کا خواب دیکھ رہا ہوں، سول سروس میں منتخب ہو کر بھی اسے اپنے مزاج اور نصب العین کے مطابق نہ پا کر میں لیکچرار شپ کر رہا ہوں۔۔۔اگر آپ پسند کریں میں اپ کا داماد بننا اپنا اعزاز اور انعام سمجھوں گا۔۔۔آپ مجھے آخری سانس تک مخلص پائیں گی۔۔۔

رات کا خواب میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

اس کی تعبیر تک پہنچنے کے لیے چھوٹے بڑے کئی مسائل پیدا ہوا۔۔۔کئی رکاوٹیں آئیں۔۔۔

سٹیٹس کا فرق، مادری زبان، رہن سہن، سب کا فرق لوگوں کو کھٹک رہا تھا لیکن مجھے رب کے فیصلے پر ہاں کرنا تھی۔۔۔میں نے مناسب لفظوں میں روحی کو بتا کر اس کی رضامندی لے لی۔

۔۔جو کہ اس نے دینا ہی تھی۔۔۔وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ماں کو پریشان کرنے سے اس کی زندگی کبھی خوشی سے نہیں گھرے گی۔

اگلے ہفتے میں نکاح ہوا۔۔۔پھر احسان کو لاہور شفٹ ہونے، پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک، مقالہ مکمل کرنے میں تو تین ساڑھے تین سال لگے لیکن اس نے روحی کو جس طرح تحفظ کا احساس دیا۔

اس کی ضروریات کو پورا کیا۔

جس طرح ہر سانس، ہر مرحلے پر اس نے روحی کا خیال رکھا میں اسے اللہ کا احسان ہی نہیں انعام سمجھتی ہوں۔۔۔ہاؤس جاب مکمل ہونے پر اس کے جڑواں بیٹے تین سال کے ہو چکے تھے اور اب وہ نئی خوشخبری دینے والی تھی۔۔۔

کالم 2

اس کے گھر جا کر غیر اور اپنے سب محسوس کرتے، یہ گوشہء جنت ہے۔

اس کے بچے پھولوں سے زیادہ نازک، پیارے اور محبتی ہیں۔

وہ اپنی جنت میں آباد اور خوش ہے۔۔۔اپنی تقدیر پر شکر ہی شکر کرنے والے اس جوڑے کو دیکھ کر میں بھی سجدہ شکر بجا لاتی ہوں اور اکثر سوچتی ہوں۔

مالک تو نے کس کی کس نیکی کو پسند کیا کہ میری اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا؟

مرحوم شوہر کی؟ روحی کی؟ احسان کی یا کسی اور کی۔۔۔؟؟؟ سے ان کی نیندیں اڑانے سے، تالاب کی ایک گندی مچھلی کے اثرات بد کو ختم کرنے کے لیے میرا یہ فیصلہ بہترین تھا۔

میں نے جو کیا میرے والدین اور شوہر نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔۔۔میرے بچے پیدا ہوا تو میرے سسرال اور والدین نے ان کو کئی گنا زیادہ پیار دیا۔۔۔ان کو سنبھالا۔

میر شوہر کی بس ایک شرط تھی کہ ڈاکٹر بننے کے بعد ان کو کبھی نہ بھولنا جن کے لیے اور جن کی

دعاؤں سے ڈاکٹر بنو گی۔

اور ڈاکٹر بننے سے ہاؤس جاب مکمل کرنے تک ایک ایک سانس پر میں اپنے شوہر کی توجہ اور معاونت کی محتاج رہی۔ اللہ نے جب چھپڑ پھاڑ کے، میری اوقات سے مجھے نوازا تو مجھے اللہ کی ان پیارے بندوں کو یہ توجہ دینے اور محبتوں کا ریٹرن دینے میں کنجوسی نہیں کرنی چاہیے۔۔۔

لیکن ایک سوال اکثر میرے ذہن میں کلبلاتا رہتا ہے، نیکی، بیج کی طرح مناسب ماحول کی محتاج ہوتی ہے۔۔۔ اگر اس کو قبول نہ کیا جائے، اس کے سراہانہ جا، وہ سڑک پر پڑے پاؤں تلے آنے والے بیج کی مانند ہو جاتی ہے، خدا مجھے نواز رہا ہے تو اتنے نوازنے میں کسی نہ کسی کی نیکی تو اسے پسند آئی ہوگی۔۔۔ لیکن کس کی؟؟

☆

میرا نام فرحین فیروز ہے۔ فیروز رفیع میرے مرحوم والد کا نام ہے۔۔۔ جب میری شادی آج سے پینتیس سال قبل ہوئی تو میں نے نکاح نامہ کے اندراجات فل کرتے ہوا اپنے شوہر کا نام افتخار محمود پڑھ کر سوچا کہ میں اپنا نام فرحین افتخار کی بجا فرحین فیروز ہی رکھوں گی۔۔۔ مجھے شادی کے چند لمحوں کے بعد ہی میاں کے نام کا دم چھلا لگانا، اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

افتخار کو جب میرے خیالات کا پتہ چلا تو انہوں نے بزور شمشیر اس نام کو بدلوانے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی۔۔۔ ان کے خیال میں شوہر بدلا جا سکتا ہے والد نہیں لہذا۔ انہیں میرے اس فیصلے پر قطعی اعتراض نہیں ہے۔

اس ایک فیصلے نے میرا دل جیت لیا۔۔۔ دل تو ہے ہی نازک بستی۔۔۔ پل میں آباد اور پل میں برباد۔۔۔ اللہ نے مجھے ان کی رفاقت میں نو سال آباد ہی رکھا۔۔۔ جب ان کا وجود، ہارٹ اٹیک کو برداشت نہ کر سکنے پر چند گھنٹوں میں، ان کی میت میں سامنے پڑا پایا تو جیسے اک دھوپ تھی جو آفتاب اپنے ساتھ لے گیا۔۔۔

اک چاندنی تھی، جو چاند کے افق پار چلے جانے پر ختم ہوگئی۔

میں نے ان نو سالوں میں ان کی رفاقت میں بہت کچھ سیکھا۔ وہ بہت بڑے ادارے کے بی ایم تھے۔ میں سائیکالوجی میں گولڈ میڈلسٹ۔۔۔ میں نے جاب کا ارادہ کیا تو مجھے آج بھی ان کا جواب نہیں بھول پا رہا۔

مرد کی کمائی اگر حلال کی ہو۔۔۔ برکت والی ہوتی ہے۔ میں ہمیشہ سے حلال کماتا ہوں اور ٹینشن فری تنخواہ تمہارے ہاتھ پر رکھتا ہوں۔۔۔ جس دن میری کمائی میں حرام کا ایک روپیہ بھی شامل ہوا، میری آمدنی سے برکت اٹھی، تم بہت شوق سے اپنی ماسٹرز کی ڈگری کو استعمال کر لینا۔ اپنی عدت پوری کرنے کے بعد میں نے پہلا قدم مقامی انٹر کالج میں جاب کے لیے اپلائی کرنے کے سے کیا۔

دوسرا قدم میں نے سائیکالوجی کے لئے اپنے مقالے کو کتابی شکل میں لانے اور ٹیکسٹ بک

بورڈ کے حوالے کرنے کا کیا۔ میں نے اپنی زندگی میں وقت کی قدر و قیمت اپنے شوہر کے انتقال کے بعد زیادہ کی۔۔۔ ان کے اچانک چلے جانے سے مجھے اس دنیا میں سب سے عارضی سب سے ناپائیدار اور سب سے بے یقینی ہی زندگی سے ہوئی۔

اگر اگلا لمحہ میرا نہ ہوا۔۔؟؟

مجھے جو کرنا ہے آج ہی اور ابھی کرنا ہے۔ ایک مشہور اسکالر کا یہ قول مجھے اپنی بیوگی کے ایام میں بار ہا یاد آیا کہ: ڈاکٹر کیسے بنایا جا؟

میں نے بیدھیانی میں اسی منظر کے نیچے نظر ڈالی۔ جلی حروف میں سورہ ملک کی آیت تھی جس کا ترجمہ کچھ یوں تھا۔ کیا وہی نہ جانے گا جو بہت باریک بین اور باخبر ہے۔۔۔ باریک بین اور باخبر۔۔۔

میرا لاشعور، شعور کی طرف آ رہا تھا۔

ایک دم مجھے خوشی ہوئی۔۔۔ اللہ اس معاملے کی خبر رکھتا ہے، وہ ضرور مجھے گائیڈ کرے گا۔ میں نے تیزی سے اپنی بک شیلف سے کتاب نکالی۔ صفحہ نمبر بیالیس پر دعا استخارہ درج تھی۔

ہاں۔۔۔ میری ماں سے ستر گنا زیادہ پیار کرنے والا۔۔۔ میرا مہربان خدا مجھے ضرور صحیح مشورہ دے گا۔۔۔ اب مجھے افسوس ہو رہا تھا، یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہ آیا۔؟؟ میں نے بےچینی سے پہلو بدلتی روحی کو دیکھا جو کل سارا دن بورڈ میں تقسیم انعامات کی تقریب میں سٹیج پر، سٹیج سے اتر کر، بے پناہ رنجیدہ تھی۔

میں نے وضو کیا دو نفل پڑھے اور دعا استخارہ پڑھ کر اپنی پریشانی اور اپنا مسئلہ اس کی جھولی میں ڈال دیا جس نے اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کیا۔ مجھے نہیں یاد مجھے کب نیند آئی۔۔۔ کتنی دیر سوئی۔۔۔ فجر کی اذان کے وقت میری آنکھ کھلی تو مؤذن حی علی الفلاح کے الفاظ ادا کر رہا تھا۔ تاریکیوں کو چیرتی، فلاح کی طرف بلانے کی آواز نے ماحول کو بہت مبارک کر دیا تھا۔

یہ میں ابھی کیا دیکھ رہی تھی؟؟ یا خدا یہ کونسا منظر تھا؟؟ میں نے دلدل اور کیچڑ کو پھلانگ کر سڑک کے دائیں طرف اس خوبصورت، انوکھے اور مسحور کن پرندوں کو چہچہاتے دیکھ رہی ہوں۔ اس گھر کے باہر نیم پلیٹ کی جگہ پر پھولوں سے موٹا موٹا لکھا ہوا ہے گوشہء جنت

میں بیدھڑک اندر داخل ہوئی ہوں۔ اف میرے خدایا۔۔۔ پھلوں سے لدے اور پھولوں سے سجے اس باغ میں دو بچے اور دو بچیاں کھیل میں مگن ہیں، مجھے دیکھتے ہی وہ نانو نانو کہہ کر مجھ سے چمٹ گئے۔۔۔ چاروں طرف سبزہ، ہریالی۔ پیار۔۔۔ پھوار۔۔۔ میں تھوڑا سا آگے جاتی ہوں تو بیچوں بیچ ایک بیحد خوبصورت آراستہ و پیراستہ تخت ہے جس پر روحی ریشمی لباس زیب تن کیے ہوئے ہے۔۔۔ میں اس کو دیکھ کر آگے بڑھتی ہوں تو میرا منہ کھلے کا کھلا رہ جاتا ہے۔۔۔ مہر احسان احمد۔۔۔ اس تخت کی بیک پر گاؤ تکیے کی بجائے، روحی کی بیک پر کھڑا ہے۔۔۔

روحی کے چہرے پر خوشی ہی خوشی ہے اور مہر احسان کے چہرے پر محبت ہی محبت۔۔۔ میں حیرانی سے پوچھتی ہوں مہر احسان آپ؟

وہ جواب دیتے ہیں نہیں مہر انعام۔۔۔

urdunovels.net

میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوں، اور کچھ پوچھنا چاہتی ہوں تو میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

کیسا واضح اشارہ۔۔۔خواب تھا یا کسی ڈرامے کا سین

میری آنکھ کھلتے ہی مؤذن کی حی علی الفلاح کی آواز پر ساری رات کی بےچینی دور ہو چکی تھی۔

میں پھولوں سے زیادہ اپنے آپ کو ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

اگلے دن میں وقت سے پہلے ہی کالج چلی گئی اور فزکس کے تیسرے پیریڈ میں مہر احسان کا انتظار کیے بغیر انہیں کال کر لیا۔۔۔الجھن صرف یہ تھی کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ یا منگنی شدہ ہوا۔۔؟

یا پھر یہ کہ میں بات کا آغاز کیسے کروں۔۔۔؟ میں نے اب تک اس سے یہ چھپا رکھا تھا کہ روحی میری سٹوڈنٹ ہی نہیں میری بیٹی بھی ہے۔۔۔جب اسے پتہ چلے گا وہ کیسے ری ایکٹ کرے گا؟؟

کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا۔ آتے ہی اس نے سوال کیا۔ میڈم

The End-------------------------اختتام